(افکار امام خمینیؒ)

مسلمانوں کے درمیان قرآن کی تنہائی

سید رمیز الحسن موسوی *
srhm2000@yahoo.com

کلیدی کلمات: مہجوریت، استبداد، جمال الدین، خمینیؒ، قرآنی اصطلاحات، ثقلین، دین اور سیاست میں جدائی۔

خلاصہ

مفسرین نے "ہجرت" کے لغوی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے مہجوریّت کا معنی قرآن کو قبول کرنے کے بعد اُسے ترک کرنا لیا ہے۔قرآن نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اپنی مہجوریّت (تنہائی) کی طرف ہماری توجہ دلائی ہے۔ امام علیؑ نے بھی نہج البلاغہ میں قرآن کی تنہائی کا مرثیہ پڑھا ہے۔ گویا آپ آخری زمانے میں قرآن کی مہجوریت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قرآن کی اِس تنہائی کا تذکرہ ہر دور کے مسلمان مفکرین نے بھی کیا اور اِسے اُمت مسلمہ کا زوال و انحطاط کا سبب قرار دیا ہے۔

تاریخی لحاظ سے سید جمال الدین افغانیؒ نے قرآن کی تنہائی کو بہت نمایاں صورت میں پیش کیا۔ اُن کے بعد چودھویں صدی کے شروع میں امام خمینیؒ نے اپنی انقلابی تحریک کے دوران ہر تحریر و تقریر اور گفتگو میں قرآن کی مہجوریت کا اظہار کیا اور قرآن کریم کو صدیوں پرانی تنہائی سے نکالنے اور قرآن کی طرف بازگشت کے لئے سنجیدہ جدوجہد کی ہے۔ انہوں نے اسلامی انقلاب کی علمی بنیادیں قرآن مجید ہی پر استوار کیں۔ لہٰذا حضرت امام خمینیؒ وہ منفرد شخصیت ہیں جنہوں نے اور آج اُن کی اس جدوجہد کے اثرات علمی و عملی میدان میں نظر آرہے ہیں۔ ایران کے اسلامی انقلاب نے بہت سی قرآنی اصطلاحات کا احیاء کیا۔ اس مقالے میں امام اُمت کے انہی بیانات اور فرامین کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

* ۔ مدیر مجلّہ سہ ماہی "نور معرفت" نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت)، بھارہ کہو، اسلام آباد۔

مقدمہ

مسلمانوں کے درمیان قرآن کی مہجوریت (تنہائی) کا موضوع صدیوں پرانا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی اس موضوع پر بحث ہوتی رہی ہے جس کی واضح ترین دلیل سورہ فرقان کی آیت نمبر ۳۰ ہے، جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کریں گے کہ میری قوم نے قرآن کو تنہا چھوڑ دیا :

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔

یعنی" اور رسول (ﷺ) عرض کریں گے : اے ربّ! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ رکھا تھا۔"

اگرچہ بعض مفسرین نے مہجوریت قرآن سے مراد مشرکین کی طرف سے قرآن کی آیات کو جھوٹ اور ہذیان قرار دینا لیا ہے اور کچھ مفسرین کے مطابق مشرکین کا دعوت پیغمبرؐ کو قبول نہ کرنا قرآن کو مہجور کرنے کے مترادف ہے؛ لیکن بہت سے مفسرین نے ''ہجرت '' کے لغوی معنیٰ' کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا معنیٰ' قرآن کو قبول کرنے کے بعد اُسے ترک کرنا اور اُس سے دور ہونا لیا ہے اور اس معنیٰ میں ہر زمانے کے مسلمان شامل ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے بھی اسی معنیٰ' کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے بعد اسلامی معاشرے کی افسوسناک صورت حال کا جو نقشہ کھینچا ہے اُس کے مطابق قرآن لوگوں کے درمیان مہجور اور تنہا ہو جائے گا۔اس سلسلے میں امام علیہ السلام ایک خطبے میں فرماتے ہیں :

'' میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ اور رسولؐ پر افتراٗ پردازی کا زور ہوگا، اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے گا جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے گا اور (ان کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں ہوگی، چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہلبیتؑ) بے گھر اور بے درہوں

گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے؛ مگر ان سے الگ تھلگ، ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے تعلق اس لیے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ وہ یکجا ہوں، لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں، ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلے میں انہیں بری سزائیں دی ہوں گی''۔(1)

امام علیہ السلام کے اس خطبے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرتؑ مسلمانوں کی آخری صدیوں میں حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور قرآن کی مہجوریت اور کسمپرسی کا مشاہدہ کر رہے ہیں، مسلمانوں کی اس حالت کا کم از کم نتیجہ مسلمانوں کے زوال اور انحطاط کی شکل میں سامنے آتا ہے جس کا تسلسل ابھی تک باقی ہے۔ قرآن سے دوری اور مسلمانوں کے درمیان کتاب الٰہی کی تنہائی و مہجوریت کے بارے میں ہر دور کے مسلمان مفکرین کی فریادیں بلند ہوتی نظر آتی ہیں۔

اگرچہ بعض افراد نے یورپ میں رنسانس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے افکار کی بنا پر ''دین پسندی'' کو مسلمانوں کے زوال کا سبب قرار دیا ہے اور دین سے دوری کو ہی مسلمانوں کی ترقی اور پیش رفت کا حقیقی سبب جانا ہے؛ لیکن اس کے مقابلے میں اُمت مسلمہ کے اکثر دردمند مفکرین اور رہنماؤں نے مسلمانوں کے زوال اور عقب ماندگی کے دو بڑے اسباب یعنی ''داخلی استبداد'' اور ''بیرونی استعمار'' کے ساتھ ساتھ قرآن اور اصیل اسلامی تعلیمات سے دوری کو بھی مسلمانوں کے زوال کی بنیاد قرار دیا ہے؛

لہٰذا مسلمانوں کو اس مشکل سے نکالنے کے لئے تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں مسلمان مصلحین کے درمیان اصیل اسلامی تعلیمات اور قرآن کی طرف بازگشت کا نظریہ اُجاگر ہونے لگا کہ جس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں قرآن کی طرف رجوع کرنے کی دعوت عام ہونے لگی اور قرآن کی جانب بازگشت کے ذریعے اُمت میں بیداری پیدا کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ اس دور کے اکثر مسلمان

رہنماؤں نے استبداد اور استعمار کے مقابلے میں مسلمانوں کو استقامت اور قیام کرنے کا سب سے پہلا قدم قرآن کی تعلیمات کی طرف پلٹنے کو قرار دیا۔(2)
تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سلسلے میں سب سے جامع اور محکم آواز سید جمال الدین اسد آبادی المعروف جمال الدین افغانی کی تھی جنہوں نے وحدت مسلمین کے قرآنی نظریہ کو احیاء کرنے کی جدوجہد شروع کی اور اتحاد بین المسلمین کے ذریعے ایک جامع دینی نظام تشکیل دینے کی کوشش کی۔ سید جمال الدین اسد آبادی مرحوم کی تمام تقریروں اور تحریروں نیز اصلاحی اقدامات میں قرآن کے سائے میں وحدت واتحاد بین المسلمین کی دعوت نظر آتی ہے جس کے لئے اُن کے جاری کردہ جریدے ''عروۃ الوثقی '' کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔اُنھوں نے اندرونی استبداد اور بیرونی سامراج کے خلاف مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے قرآنی تعلیمات سے بھرپور استفادہ کیا اور اُمت مسلمہ کو بیدار کرنے کی سعی کی۔ سید جمال نے اس مقصد کے لئے پورے عالم اسلام کا سفر کیا اور قرآنی تعلیمات کی برکت سے وہ جہاں بھی جاتے تھے، مسلمانوں میں انقلابی افکار پیدا کردیتے تھے۔
قرآن کو مہجوریت سے نکالنے اور کتاب الٰہی کی طرف مسلمانوں کی بازگشت کی یہ تحریک گذشتہ چند دہائیوں تک جاری رہی؛اگرچہ علمی اور نظریاتی لحاظ سے یہ تحریک دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصے کو متاثر کرتی رہی ہے اور برصغیر،افغانستان،ایران،مصر،ترکی،شام،لبنان سے لے کر مصر اور شمالی افریقہ تک مسلمان عوام قرآن کی طرف بازگشت کی اس تحریک سے متاثر نظر آتے ہیں؛لیکن عملی اور سیاسی واجتماعی میدان میں اس تحریک کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آیا یہاں تک کہ چودھویں صدی کے شروع میں ''مکتب امام خمینیؒ'' نے قرآن کو صدیوں پرانی مہجوریت، تنہائی اور کسمپرسی سے نکالنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور احیائے اسلام وقرآن کی تحریک نے پوری دنیا کے سیاسی اعداد وشمار میں تحول برپا کردیا۔
معاصر علمی،سیاسی اور دینی شخصیات میں حضرت امام خمینیؒ وہ منفرد شخصیت ہیں جنہوں نے اُمت مسلمہ کی قرآن کی طرف بازگشت کے لئے سنجیدہ جدوجہد کی ہے اور آج اُن کی اس جدوجہد کے ثمرات علمی و عملی میدان میں نظر آرہے ہیں۔ حضرت امام اُمتؒ نے عصر حاضر کی طاغوتی قوتوں کے خلاف جو قیام کیا اور اسلامی انقلاب برپا کیا ہے،اس کے علمی مبادیات اور نظریات قرآن مجید ہی سے لی گئی جو لوگ اسلامی

انقلاب کی سیاسی اور علمی تاریخ سے آگاہ ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس انقلاب نے بہت سی قرآنی اصطلاحات کااحیاء کیا ہےاور قرآنی فرہنگ کو مسلمانوں کے درمیان زندہ کرنے کاکارنامہ انجام دیا ہے۔
اس وقت طاغوت ،جہاد ، مستضعفین ،مشرکین سے برائت، توحید ،حزب اللہ اور شہید وشہادت جیسے بیسیوں قرآنی مفاہیم مسلمانوں کے درمیان زندہ ہوچکے ہیں؛ جن سے سوائے دینی علوم سے آشنا لوگوں کے عام مسلمان بے خبر تھے یا بے توجہی کا شکار تھے لیکن اسلامی انقلاب کے بعد دنیائے اسلام کا بچہ بچہ ان قرآنی مفاہیم کی طرف متوجہ نظرآتا ہے، حتیٰ دشمنان اسلام بھی حقیقی مجاہدین اسلام کی جدوجہد کو غیر موثر بنانے کے لئے جہاد جیسے قرآنی مفہوم کا من پسند معنی استعمال کرنے پر مجبور ہوچکے ہیں ،جس کی واضح مثالیں ،القاعدہ ،طالبان اور اب داعش جیسے جہادی گروہوں کا وجود ہے جو دشمنان اسلام اور عالمی طاغوت کے مفادات میں قرآنی مفاہیم کو مسخ کرکے پیش کررہے ہیں۔
حضرت امام خمینیؒ کی تمام تر سیاسی جدوجہد قرآن کے احیاء اور قرآنی ثقافت کو زندہ کرنے کے لئے تھی جس کااظہار اُنھوں نے اپنی انقلابی تحریک کے دوران ہر تحریر وتقریر اور گفتگو میں کیا ہے، یہاں ہم نے امام اُمت کے انہی بیانات اور فرامین کو جمع کرنے کی سعی ہے جن میں اُنھوں نے قرآن کے احیاء کی بات کی ہے اور اُمت مسلمہ کے درمیان قرآن کے مہجور اور تنہا ہونے کا مرثیہ پڑھا ہے۔امام اُمت نے ہر مقام اور ہر موقع پر قرآن کی کسمپرسی کی فریاد بلند کی ہے اور مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات کی طرف لوٹنے کی تاکید کی ہے،اس سلسلے میں امام اُمت کے ایک ایک کلمے سے درد ورنج جھلکتا ہوا نظر آتا ہےاور امامؒ اُمت مسلمہ کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت کا سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی قرآن سے بے اعتنائی قرار دیئے ہیں۔

قرآن واہل بیتؑ کی تنہائی

حضرت امامؒ پیغمبر اسلام ﷺ کی اُس وصیت پر ایمان راسخ رکھتے ہیں کہ جس میں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو اپنے بعد ''ثقلین''یعنی قرآن اور عترت اہل بیتؑ سے تمسک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔اس سلسلے میں امامؒ اپنے سیاسی والٰہی وصیت نامے میں ایک مقام پر فرماتے ہیں :

> ''میں اس مقام پر مناسب سمجھتا ہوں کہ ''ثقلین''کے بارے میں تذکّر دوں؛ لیکن ان کے غیبی، معنوی اور عرفانی مقامات کی حیثیت سے نہیں، کیونکہ میرا اور مجھ جیسے افراد کا قلم ان امور کے بیان سے عاجز ہے کہ میں ''ثقلین''کے عالم وجود میں ملک سے ملکوت اعلیٰ تک اور وہاں

سے لاہوت تک پھیلے ہوئے عرفان کے ایک درجے کے بارے میں لب کشائی کی جسارت کروں کہ جن کا فکر وخیال میں بھی تصور محال ہے اور ان کا تحمل سنگین اور طاقت فرسا؛ بلکہ ممنوع ہے اور نہ ہی میں ''ثقل اکبر''(قرآن) اور ''ثقل کبیر'' (اہل بیتؑ) کے حقائق کو لوگوں سے پوشیدہ اور تنہا رہ جانے کے بعد بشریت پر گزرنے والے واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ ''ثقل کبیر'' تمام چیزوں سے بڑی ہے سوائے ''ثقل اکبر''کے، کہ جو اکبر مطلق (سب سے بڑا) ہے اور نہ ہی خدا کے دشمنوں اور طاغوتی طاقتوں کے ہاتھوں ان دونوں ثقل پر گزرنے والے واقعات کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ جیسا کم علم انسان ان کے شمار سے عاجز ہے اور نہ ہی دامن وقت میں گنجائش ہے؛ بلکہ میں نے مناسب جانا کہ ان دونوں ''ثقل'' پر جو کچھ گزرا ہے اسے بطور خلاصہ مختصر انداز میں بیان کروں۔

شاید یہ جملہ (لَنْ يَفْتَرِقا حَتّیٰ يَرِدا عَلَیَّ الْحَوض) اسی جانب اشارہ ہو کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد ان دونوں میں سے ایک پر جو گزری ہے وہی دوسرے پر بھی گزری ہے اور معاشرے میں ایک کی تنہائی دراصل دوسرے کی تنہائی اور کسمپرسی ہے یہاں تک کہ یہ دونوں ''حوض کوثر پر'' رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئیں گے۔ کیا یہ کثرت کا وحدت سے ملنے کا حوض اور قطروں کا دریا میں ضم ہونا ہے یا کوئی اور چیز کہ وہاں تک انسان کی عقل وعرفان کو رسائی حاصل نہیں؛ پس یہ کہنا چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کی ان دو نشانیوں پر طاغوتی طاقتوں کی طرف سے جو ظلم وستم ہوا وہ صرف امت مسلمہ پر نہیں بلکہ پوری بشریت پر ہوا ہے کہ قلم ان سب کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔'' (3)

رسول اکرمؐ کے بعد قرآن کا حال

اہل بیت اطہارؑ کے بعد قرآن مجید کی مہجوریت اور کسمپرسی کا مرثیہ پڑھتے ہوئے امامؒ اپنے وصیت نامے میں لکھتے ہیں: '''اب دیکھئے کہ کتاب خدا اور پیغمبر اکرم ﷺ کی اس نشانی پر کیا گزری؟ ایسے افسوسناک واقعات کہ جن پر دل خون کے آنسو روتا ہے، حضرت علی ؑ کی شہادت کے بعد ہی شروع ہوگئے۔ خودخواہ، طاغوتی اور سرکش افراد نے قرآن کریم کو قرآن کے خلاف قیام کرنے والی حکومتوں تک پہنچنے کیلئے وسیلہ بنالیا۔

قرآن کے حقیقی مفسّرین اور حقائق سے آشنا افراد کو کہ جنہوں نے پوری حقیقت قرآن کو رسول اکرم ﷺ سے حاصل کیا تھا اور ندائے (اِنّی تارِكٌ فِیكُمُ الثِّقلَین) ان کی سماعتوں میں گونج رہی تھی، مختلف بہانوں اور پہلے سے تیار شدہ سازشوں کے ذریعے معاشرے سے دور کردیا اور درحقیقت قرآن ہی کے ذریعے قرآن کو زندگی سے نکال دیا جو حوض کوثر تک بشریت کی رسائی کے لئے مادی اور معنوی زندگی کا سب سے عظیم دستور تھا اور آج بھی ہے۔ اسی طرح حکومت اسلامی پر جو اس مقدس کتاب کے اہداف میں سے ایک ہدف تھا اور آج بھی ہے، خط بطلان کھینچ دیا اور دین خدا، قرآن اور قرآن کے قانون وروش سے انحراف کی بنیاد رکھی یہاں تک کہ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ قلم انہیں بیان کرنے سے شرمندہ ہے۔

ٹیڑھی وکج بنیاد پر کھڑی کی گئی دیوار جتنی بھی بلند ہوتی رہی اس کی کجی وٹیڑھے پن میں اضافہ ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ اس قرآن کریم کو اس طرح معاشرے سے نکال دیا گیا کہ جیسے اس کا ہدایت سے کوئی کام ہی نہ ہو، یہ قرآن جو اس عالم کے رہنے والوں کے رشد اور مسلمانوں؛ بلکہ تمام بشریت کو جمع کرنے کے لئے خداوند عالم کے مقام احدیت سے رسول اکرم ﷺ کے کامل مکاشفہ کے نتیجے میں نازل ہوا تاکہ تمام بشریت کو ان کی منزل مقصود تک پہنچائے، ''عِلمُ الاسماء'' کے اس فرزند کو شیاطین اور طاغوتوں کے شر سے نجات دے، جہان کو عدل وانصاف سے پر کرے اور حکومت کو حضرات معصومین کے ہاتھوں میں تھمادے تاکہ وہ انسانیت کی بہتری واصلاح کو ان تک پہنچا دیں۔

مگر نوبت یہاں تک پہنچی کہ قرآن ظالم وجابر حکومتوں اور طاغوتی افراد سے زیادہ بدتر خبیث علما سوء کے ذریعے ظلم وستم کرنے اور ظالموں اور حق کے دشمنوں کے افعال کی توجیہہ کے لئے استعمال ہونے لگا، بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حیلہ باز دشمنوں اور قرآن کے نادان دوستوں کے ہاتھوں تقدیر وسرنوشت ساز اس قرآن کو قبرستانوں اور ایصال ثواب کی مجالس میں صرف فاتحہ خوانی وتلاوت کے لئے رکھ دیا گیا اور آج بھی اس کی یہی حالت ہے، وہ قرآن کہ جسے مسلمانوں اور بشریت کے اتحاد کا مرکز اور ان کی زندگی کا آئین اور دستور ہونا چاہیے تھا، اختلاف وتفرقہ کا باعث بن گیا یا اسے معاشرے ہی سے نکال دیا گیا۔

ہم نے خود دیکھا کہ اگر کوئی حکومت اسلامی کا لفظ بھی زبان پر لاتا اور اسلام اور سول اکرم ﷺ کی بنیادی تعلیم ''سیاست'' کی بات کرتا کہ قرآن وسنت میں جس کا کثرت سے تذکرہ کیا گیا ہے تو گویا اس نے بہت بڑے گناہ اور ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ''سیاسی مولوی'' کے کلمہ کو ''بے دین مولوی'' کے مترادف سمجھا جانے لگا اور اب بھی یہی صورتحال ہے۔''(4)

ہمارے زمانہ میں قرآن کی حالت

قرآن کی حقیقت اور تعلیمات کے خلاف قائم ہونے والی بعض نام نہاد مسلمان حکومتیں، ہمیشہ سے قرآن کے ظاہر کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتی رہی ہیں جس کی تاریخی مثالیں بنی اُمیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کی شکل میں دیکھی جاسکتی ہیں اور جس کی حالیہ مثالیں شہنشاہ ایران اور سعودی حکمران ہیں جو بظاہر قرآن کے نام پر حکومت کرتے رہے ہیں مگر درحقیقت قرآنی تعلیمات اور آیات کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتے رہے ہیں۔ ایران کی ستم شاہی تو امام خمینیؒ کی جدوجہد کے نتیجے میں نابود ہو چکی ہے لیکن سعودی عرب کی ستم شاہی آج بھی قرآن کے نام قرآن ہی کی تعلیمات کے بخئیے اُدھیڑ رہی ہے۔اس سلسلے میں حضرت امام خمینیؒ نے آج سے پینتیس سال پہلے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے اور سعودی عرب کے قرآن سے ظاہری لگاؤ کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا ہے:

" اور کچھ مدت قبل شیطانی طاقتوں نے اسلامی تعلیمات سے منحرف حکومتوں کے وسیلے سے خود کو جھوٹے طریقے سے اسلام سے منسوب کرلیا ہے۔ اسلام سے منحرف یہ حکومتیں قرآن کو محو کرنے اور شیطانی طاقتوں کے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآن کو خوبصورت اور زیبا شکل میں چھاپتی اور دوسرے ممالک ارسال کرتی ہیں اور اس طرح اپنے شیطانی حیلہ وفریب سے قرآن کو عملی زندگی سے نکال رہی ہیں۔

ہم نے خود اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ محمد رضا خان پہلوی نے قرآن چھاپ کر کچھ لوگوں کو اپنے مذموم مقاصد سے غافل کردیا تھا اور اسلامی تعلیمات سے بے خبر بعض مولوی بھی اس کے مداح اور ثناخواں ہوگئے تھے، آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ شاہ فہد لوگوں کی کثیر دولت کو ہر سال کثیر تعداد میں قرآن چھاپنے اور قرآنی تعلیمات کے خلاف تبلیغ کرنے میں مصروف ہے، وہ خرافات سے پُر اور بے بنیاد فرقۂ وہابیت کی ترویج اور غافل قوموں کو استکباری طاقتوں کی غلامی

کی طرف کھینچ رہا ہے اور ساتھ اسلام و قرآن کی نابودی کے لئے اسلام و قرآن ہی سے مدد لے رہا ہے۔"۔(5)

حضرت امام خمینیؒ جیسے دور اندیش لیڈر کی یہ باتیں آج پوری طرح روشن ہو چکی ہیں اور پوری دنیا کے باشعور مسلمان سمجھ چکے ہیں کہ حرمین شریفین کے نام نہاد خادم کس طرح اُمت مسلمہ کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کے پشت پناہ بنے ہوئے ہیں، اسرائیل کے فلسطینی مسلمانوں پر مظالم ہوں یا شام و عراق میں عالمی سامراج سے وابستہ دہشت گروہ، سب کی پشت پناہی یہی سعودی حکمران کر رہے ہیں جو ہر سال حاجیوں میں قرآن کے خوبصورت نسخے تقسیم کرتے ہیں لیکن طاغوت سے دوستی اور مظلوموں کی پشت پناہی کے سلسلے میں پوری طرح قرآنی تعلیمات کے برعکس عمل کر رہے ہیں۔

قرآنی قوانین کا دنیا میں عملی نفاذ نہ ہونا

حضرت امام خمینیؒ نے اپنی سیاسی اور الٰہی تحریک کے آغاز سے لے کر اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھے جانے والے سیاسی والٰہی وصیت نامے تک مہجوریت قرآن کے اندیشے کا اظہار کیا ہے اور اس قرآن کی اس مہجوریت اور کسمپرسی کے مختلف پہلوؤں کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے اور اس کے بارے میں اپنی علمی کتابوں اور بیانات میں تحقیق کی ہے، لیکن ان سب بیانات اور تحریروں میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے وہ حضرت امامؒ کی قرآن کی اجتماعی اور سیاسی تعلیمات کی طرف خصوصی توجہ ہے۔

امامؒ اس سلسلے میں قرآن کے اجتماعی اور سیاسی پہلو سے مسلمانوں کی غفلت کا شکوہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اُن کے خیال میں کیا مسلمان اس الٰہی کتاب کو ایک پاک و پاکیزہ غلاف میں رکھ کر یا مردوں کے لئے ثواب کی خاطر تلاوت کرکے اور اس سے استخارہ کے وقت اس کو چوم کر اس کو مہجوریت اور تنہائی سے نکال لیتے ہیں اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی شکایت سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں؟!

اس سلسلے میں امامؒ کے اپنے بیانات کو پڑھنے سے ان کے حقیقی درد کو سمجھا جاسکتا ہے؛ چنانچہ امامؒ قرآن کی مہجوریت کے بارے میں فریاد بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "اے قرآن! اے آسمانی تحفے اور اے خدائے رحمٰن کے ہدیے! خداوند عالم نے تم کو ہمارے دلوں کو زندہ کرنے اور ملتوں کی آنکھوں اور کانوں کو عبرت حاصل کرنے کے لئے نازل کیا

ہے، تم ہمارے لیے نور ہدایت اور سعادت کے راہنما ہو، تم ہمیں پست حیوانی درجات سے انسانیت کی بلندی اور خدائے رحمٰن کی بارگاہ تک لے جانا چاہتے ہو، افسوس کہ بنی نوع انسان نے تمہاری قدر کو نہیں جانا اور تمہاری پیروی کو اپنے اوپر فرض شمار نہیں کیا، افسوس صد افسوس کہ تمہارا قانون دنیا میں نافذ نہ ہو سکا؛ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان انسان نما وحشی درندوں کا یہ تنگ وتاریک گھر بہشت بریں بن جاتااور جو خود کو دنیا کے متمدن اور تعلیم یافتہ انسان کہتے ہیں، سعادت وخوش بختی ان کے دامن میں اسی جہان میں جمع ہو جاتی۔" (6)

قرآن سے دوری اور اسلامی حکومتوں کا خسارہ

اس وقت اکثر مسلمان ممالک میں غیر مسلم قوانین پر عمل ہو رہا ہے جبکہ ہم دین اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ اسلام کی الٰہی کتاب قرآن مجید میں ہر چیز کے بارے میں قانون اور ضابطہ موجود ہے؛ لیکن اس کے باوجود ہم اس سے غافل ہیں اور قرآن سے دوری اختیار کیئے ہوئے ہیں، نہ تو قرآن کے قانون قصاص پر عمل ہوتا ہے اور نہ ہی قانون وراثت پر، کہیں بھی ملکی دفاع اور جہاد میں قرآنی تعلیمات کو مد نظر نہیں رکھا جاتا، قرآن ہمیں مظلوموں کی فریادرسی کا واضح حکم دیتا ہے؛ لیکن ہمارے حکمرانوں کے سامنے مظلوم ذبح ہو رہے ہوتے ہیں وہ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں؛البتہ قرآن سے دوری کا سب سے زیادہ نقصان انہی نام نہاد مسلمان حکومتوں کو ہوتا ہے چونکہ وہ قرآنی تعلیمات کے خلاف مظلوموں کی حمایت نہ کرنے کی وجہ سے بہت جلد نابود ہو جاتی ہیں اور اپنے طاغوتی آقاؤں کے سامنے ذلت وخواری اُٹھاتی ہیں،اس سلسلے میں امام خمینیؒ طاغوتی طاقتوں کے مسلمان ممالک پر تسلط کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وہ کیوں مشرق پر قبضہ نہ کریں اور انہیں اپنا قیدی نہ بنائیں تاکہ اس کے ذریعے مشرق واہل مشرق کو مناسب قیمت پر فروخت کر سکیں، انہیں سونا بنالیں اور یہاں سے سونا لے جائیں؟ وہ کیوں اس کام کو انجام نہ دیں؟ ہماری اسلامی حکومتیں ان مطالب کی طرف متوجہ نہیں ہیں اور وہ اس بات سے بھی غافل ہیں کہ ان کے سر پر کیا بلائیں نازل ہونے والی ہیں؟ یہ تمام نقصانات قرآنی تعلیمات پر عمل نہ کرنے اور اسلامی قوانین کو نافذ نہ کرنے کی وجہ سے سامنے آرہے ہیں،

وہ اسلامی حکومتوں کو اختلاف و تفرقہ سے دن بدن کمزور سے کمزور تر کر رہے ہیں تاکہ دین ومذہب دونوں کو نعوذ باللہ نابود کر دیں۔
کیا اسلامی ممالک کے سربراہان، صدر، وزیر اعظم اور پارلیمان کے اراکین کو خواب غفلت سے بیدار نہیں ہونا چاہیے؟ کیا یہ لوگ واقعی صورتحال کو نہیں جانتے؟ یا جانتے ہیں لیکن جاہ ومقام اور کرسی کی محبت نے انہیں مجبور کر دیا ہے کہ یہ لوگ ان دشمنوں کے دستور پر عمل کریں؟ آپ حضرات کو جاننا چاہیے کہ جو لوگ ان تمام واقعات سے مطلع ہیں یا مطلع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس ایک سادہ سے مطلب کو کہ جسے خمینیؒ نے سمجھ لیا ہے، وہ ابھی تک کیوں نہیں سمجھ سکے ہیں؟! آپ حضرات کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر انہوں نے واقعاً اس صورتحال کو سمجھ لیا ہے تو یا وہ خدا نخواستہ بڑی طاقتوں کے جاہ وجلال میں کھوئے ہوئے ہیں یا پھر ان سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں، آخر یہ خوفزدہ کیوں ہیں؟
اس لیے کہ ان کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے اور اتنی وسیع وعریض سلطنت عثمانیہ کو چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ان بے چاری اقوام اور کروڑوں پر مشتمل اس عظیم ملت (اسلامیہ) کو خدا سے غافل ایک گروہ کی قید میں ڈال دیا ہے جو ان کا استحصال کرتے ہیں اسلامی ممالک کے یہ سربراہ خود اپنی ہی اقوام کو بے چارہ بنا رہے ہیں، کیا ابھی بھی وقت نہیں آیا کہ یہ اسلامی حکومتیں خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں؟
انہوں نے اسلام سے ایسی کون سی بُری بات دیکھی ہے کہ ان کے لبوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ مغرب سے مکر وحیلہ کی ایک موج بلندی ہوئی ہے کہ جس نے یا تو اسلامی حکومتوں کو اپنے پنجہ میں جکڑا ہوا ہے یا انہیں لالچ دی ہے یا دھمکی اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ جس کا مشاہدہ ہم ان کے رسائل ومجلات، ان کے پروپیگنڈے اور ریڈیو کے پروگراموں سے کر رہے ہیں"۔(7)
مسلمانوں کی بدبختی کی وجہ قرآن سے دوری کو قرار دیتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:
" اسلامی حکومتوں کی قرآنی تعلیمات سے دوری نے ملت اسلامی کو اس ذلت سے دوچار کیا ہے اور مسلمان اقوام کی تقدیر اور اسلامی ممالک کو دائیں بائیں بازو کی استعماری قوتوں کے مکر وفریب کی سیاست کا کھلونا بنا دیا ہے۔"(8)

پھر فرماتے ہیں :

"اسلام مسلمانوں کے لئے تمام چیزیں لے کر آیا ہے اور قرآن میں بھی تمام چیزیں موجود ہیں؛ لیکن صد افسوس کہ ہم مسلمانوں نے قرآن سے استفادہ نہیں کیا اور قرآن کو تنہا چھوڑ دیا ہے یعنی قرآن سے جس طرح فائدہ حاصل کرنا چاہیے تھا اس طرح نہیں کیا؛ لہٰذا لوگوں کو اس بات کی جانب توجہ دلانی چاہیے کہ وہ اسلام وقرآن کی جانب رغبت پیدا کریں۔"(9)

دین سے سیاست کی جدائی کا پروپیگنڈہ

حضرت امامؒ دین اور سیاست میں جدائی کو مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑی سازش سمجھتے تھے،ایک شروع دن سے ہی عالمی سامراج کی طرف سے اس منفی پروپیگنڈے کے بارے میں اُمت مسلمہ کو آگاہ کرنے کی سعی کرتے رہے ہیں،ایک جگہ اپنے بیانات میں آپؒ فرماتے ہیں :

'' ان استعماری طاقتوں نے اپنی باتوں کا اس طرح پروپیگنڈا کیا کہ ہم علما پر بھی اس کا شدید اثر ہوا تھا کہ آپ صرف مدرسوں میں بیٹھ کر درس دیجیئے اور ملک کے منافع اور تقدیر ہمارے ہاتھوں میں سونپ دیں۔ آپ جا کر دینی مدارس کے ایک کونے میں بیٹھ کر سادہ زندگی گزاریں اور لوگوں کے لئے شرعی مسائل بیان کریں ؛البتہ ہر مسئلہ نہیں! اگر ہم علما شرعی مسائل کو صحیح طرح بیان کرتے تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔ ان لوگوں نے اسلام کے سیاسی، اجتماعی، جنگی اور حکومتی مسائل کے ابواب کو بند کر کے کنارے لگا دیا (کہ یہ مسائل تو حضرت حجتؑ سے مربوط ہیں وہ جب تشریف لائیں گے تو حکومت کریں گے اور یوں طہارت ونجاست، حیض ونفاس اور جنابت کے چند شخصی مسائل کو سامنے کر دیا)۔

اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو آپ اس میں سیاسی، جنگی اور دشمنان خدا کے قتل کے احکامات کو کثرت سے جا بجا ملاحظہ کریں گے۔ لیکن یہ استکباری طاقتیں کہتی ہیں کہ بہت اچھا، لیکن اب آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے کہ حکومت اور عوام کا باہمی رابطہ کیسا ہو؟ قوم پر حکومت کے کیا فرائض ہیں اور حکومت کو کس طرح عمل کرنا چاہیے ؟ایک اسلامی حاکم اور پولیس ونگہبان کو کیسا ہونا چاہیے ؟ایک قاضی کی شرائط کیا ہیں؟ ان تمام باتوں سے آپ کا کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے''۔(10)

دین وسیاست کی جدائی کے نعرے کے ذریعے قرآن کے خلاف استعماری پروپیگنڈے کا پردہ چاک کرتے ہوئے ایک اور مقام پر کہتے ہیں :

" ایک ارب آبادی پر مشتمل اسلامی حکومتیں کیوں استعماری طاقتوں کی غلام ہیں؟ یہ حکومتیں قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر خصوصاً تیل سے مالامال ہیں جو ان استعماری طاقتوں کی شہ رگ حیات ہے، مسلمان جو قرآن کی حیات بخش تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کے سیاسی اور عبادت وبندگی خدا کے دستورات کے حامل ہیں، جو انہیں ''حبل خدا'' کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت اور تفرقہ واختلاف سے پرہیز کرنے کا درس دیتے ہیں، مسلمان حرمین شریفین جیسے ملجأ وجائے پناہ رکھتے ہیں جو حیات رسول اکرم ﷺ میں بھی اسلامی سیاست وعبادت کا مرکز تھے اور آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد بھی کافی مدت تک اسی خصوصیت کے حامل رہے۔

سیاست وعبادت کے انہی دو بڑے مراکز میں فتوحات اور سیاست کے منصوبے تیار اور صادر کیے جاتے تھے؛ لیکن ان استعماری طاقتوں کے وسیع تر پروپیگنڈے، مذموم مقاصد اور کج فہمی کی وجہ سے آج نوبت یہاں پہنچ گئی ہے کہ حرمین شریفین میں مسلمانوں کے سب سے اہم امر ''سیاسی واجتماعی مسائل'' کی بات کرنا جرم سمجھا جاتا ہے اور سعودی پولیس مسجد الحرام میں اور اس جگہ کہ جو حکم خدا اور قرآنی نص کے مطابق تمام انسانوں حتیٰ منحرفین کے لئے بھی جائے امن ہے، اپنے لمبے بوٹوں اور اسلحہ سے مسلمانوں پر حملہ کرتی ہے اور انہیں زد وکوب کرتی اور گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیتی ہے۔"(11)

ایک اور مقام پر مسلمانوں کی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی مشکل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"مسلمانوں کی مشکلات بہت زیادہ ہیں لیکن ان کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو اپنی عملی زندگی سے نکال کر دوسرے پرچموں تلے پناہ لے رکھی ہے۔"(12)

قرآن کی اجتماعی اور سیاسی تعلیم دینے والی آیات سے دوری نے ہمیں سیاسی میدان میں دوسروں کا دست نگر بنا دیا ہے اور سیاسی علوم وفنون میں طاغوتی حکومتوں کے محتاج ہو چکے ہیں اور ہمارے سیاسی فیصلے بڑی طاقتیں کرتی ہیں۔اس سلسلے میں امام اُمتؒ کہتے ہیں :

''ان شیطانی قوتوں نے اقوام عالم کے تمام مسائل کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر علما کا یہ طبقہ اپنی اپنی ملتوں کی پشت پناہی کے ساتھ سیاست میں داخل ہو جائے تو ان طاقتوں کو حتمی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لئے انہیں کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلہ کے حل کی صرف ایک راہ ہے اور وہ یہ کہ عمومی طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دیں کہ اہل علم کا سیاست سے کیا جوڑ ہے، علما کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ اپنی عبا کو اپنے سروں پر ڈال لیں اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جائیں، ظہر کے وقت جا کر نماز پڑھائیں اور اس کے بعد منبر پر جا کر لوگوں کے لئے فردی زندگی سے متعلق چند شرعی مسائل بیان کریں نہ کہ وہ مسائل جو سیاست اور مسلمانوں کی مشکلات سے متعلق ہوں اور وہی مسائل جو لوگوں میں معمولاً رائج ہیں صرف انہی کو بیان کیا جائے۔ اسی لیے فقہ کے دوسرے ابواب کو عملاً بند کرکے کنارے لگا دیا گیا تھا۔

ہاں! البتہ کتابوں میں یہ تمام مسائل موجود تھے لیکن عملی زندگی سے ان کا دور دور کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرآن کریم کی کثیر آیات کو بھی عملی زندگی سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔ ہم سب بڑے احترام سے قرآن پڑھتے، عقیدت سے اسے چومتے اور اس کے بعد بھی طاق میں سب سے اونچی جگہ بڑے احترام سے اسے رکھ دیتے ہیں۔ قرآن کی اکثر آیات معاشرے، اجتماعی زندگی، سیاست، جنگ اور اسی طرح کے دیگر مسائل سے مربوط ہیں لیکن ہم نے انہیں فراموش کردیا یعنی انہوں نے ہمیں اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے مجبور کیا تھا کہ ہم انہیں فراموش کردیں''۔(13)

مسلمانوں کے آپس میں اختلاف کی وجہ سے قرآن کی کسمپرسی

امام خمینیؒ مسلمانوں کے تفرقے اور اختلاف کو قرآنی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہوئے باہمی اختلافات کو قرآن سے دوری کی علامت قرار دیتے ہیں، وہ اس سلسلے میں اسلام اور قرآن کی مہجوریت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' رسول اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ اسلام ابتدا میں بھی مظلوم تھا اور بعد میں بھی مظلوم ہوگا۔ آج میں چاہتا ہوں کہ اسلام کی مظلومیت کو آپ حضرات کے لئے بیان کروں۔ قرآن

شریف میں آپ پڑھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے خداوند عالم سے شکایت کی ہے (اِنَّ قَومِ اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً) (14) کہ میری قوم وامت نے قرآن کو نظرانداز اور تنہا کر دیا۔ آج میں اس قرآن کے نظرانداز ہونے، مسلمانوں کے درمیان اس کی تنہائی، اجنبیت اور مظلومیت کو آپ حضرات کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج مسلمانوں اور اسلام کی کیا حالت ہے؟ آج قرآن اور اسلام مسلمان معاشرے میں تنہا اور مظلوم ہیں اور انہیں نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام وقرآن کی بنیادی تعلیمات کو یا تو سرے ہی سے نظرانداز کر دیا گیا ہے یا بہت سی اسلامی حکومتوں نے انہی تعلیمات کے خلاف قیام کیا ہے۔" (15)

امت مسلمہ کے ذریعے قرآنی احکام کی نظراندازی کے بارے میں ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

'' آج اسلام، قرآن اور قرآنی احکامات مظلوم ہیں، انہیں نظرانداز اور معاشرے میں یکتا وتنہا کر دیا گیا ہے؛ اس معنی میں کہ آپ باآواز بلند اذان کہتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسلام کے بہت سے سیاسی احکامات پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس طرح اسلام وقرآن کی تنہائی وکسمپرسی ختم نہیں ہوگی۔ قرآن جب کہتا ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاًوَ لاَ تَفَرَّقُوا) 1 (16) (وَلاَتَنَازَعُوافَتَفْشَلُواوَتَذْهَبَ رِيحُكُم) 2 (17) یعنی اگر اسلام کے ان بلند پایہ احکامات پر عمل ہو تو دنیا پر حکومت کرنا تم مسلمانوں کا حق ہے لیکن تم سب نے قرآن کو یکتا وتنہا کر دیا ہے اور ان مسائل اور تعلیمات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ (18)

قرآنی دعوت کی جانب مسلمانوں کی عدم توجہی کے متعلق فرماتے ہیں:

" کیا یہ مسلمانوں کے لئے مصیبت نہیں ہے کہ ہم اپنی تمام چیزوں کو اخلاص کے طبق میں سجا کر ان بیگانوں اور استعماری طاقتوں کی خدمت میں پیش کر دیں اور ان کی منت سماجت بھی کریں کہ وہ انہیں قبول کرلیں؟! جب اس بات کی نوبت آجائے کہ مسلمان خداوند عالم کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جائیں، قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکامات کی طرف توجہ نہ دیں اور اسلام کی اتحاد

1 ۔ (ترجمہ) اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

2 ۔ اور آپس میں مت جھگڑو کہ تم سست پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

بین المسلمین کی دعوت کو پامال کردیں توان کی یہی حالت ہونی چاہیے کہ اپنی تمام دولت کو ان بڑی طاقتوں کی خدمت میں پیش کریں اور ان سے التماس بھی کریں کہ جناب والا! آپ انہیں قبول کرلیجئے!! کیا ہمیں اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہونا چاہیے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان درس عبرت لیں؟ "(19)

قرآن حجابوں میں لپٹا ہوا ہے

حضرت امامؒ حج کو بھی قرآن کی مانند مظلوم قرار دیتے ہوئے قرآن مجید کی کسمپرسی کا ایک اور پہلو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حج بھی قرآن کی مانند ایک خزانہ ہے کہ جس سے تمام مسلمان بہرہ مند ہوتے ہیں۔ لیکن اسلامی مفکرین، دانشمند حضرات اور امت اسلامیہ کا درد رکھنے والے افراد اگر اس کے دریائے علم ومعرفت میں غوطہ زن ہوں اور اس کے سیاسی واجتماعی احکامات کے نزدیک جانے اور اس میں غور وفکر کرنے سے خوف نہ کھائیں تو وہ اس دریا کے بہترین صدف، رشد وہدایت اور حکمت وآزادی کے نایاب اور بے نظیر گوہروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کرسکیں گے اور اس کے حکمت ومعرفت کے شفاف چشمے سے تاابد سیراب ہوجائیں گے۔
لیکن کیا کریں اور اس غم کے سمندر کو کہاں لے جائیں کہ حج بھی قرآن کی مانند یکتا وتنہا اور غریب واجنبی ہے اور اسے بھی نظر انداز کردیا گیا ہے۔ جس طرح اس مکمل ضابطہ حیات اور کمال وجمال کی اس کتاب کو ہم نے خودساختہ حجابوں اور پردوں میں لپیٹ دیا ہے، خلقت کے اس گنج اسرار کو اپنی کج فکری کی خاک میں دفن کردیا ہے اور خدا سے انس وہدایت اور زندگی کی یہ زبان اور اس کا فلسفہ زندگی، وحشت اور قبر وموت کی زبان میں تبدیل ہوگیا ہے اسی طرح حج بھی آج اسی قسم کی آفتوں میں گرفتار ہے۔"(20)

اُمت مسلمہ کی قرآن سے بے اعتنائی اور خود پیروان قرآن کے درمیان قرآن کی مہجوریت اور تنہائی کے بارے میں حضرت امام خمینیؒ کے دردناک اظہارات سے پتا چلتا ہے کہ قرآن کی اس تنہائی سے وہ کس قدر رنجیدہ تھے اور ملت اسلامیہ کے تمام مسائل اور مشکلات کا سبب اسی بے توجہی کو سمجھتے تھے۔

لہٰذا حضرت امامؒ نے قرآن کو اس کسمپرسی اور تنہائی سے نکالنے اور اس کی فردی واجتماعی تعلیمات کو عملی شکل دینے کے عزم وارادے کے ساتھ اپنی اسلامی تحریک شروع کی اور سالہا سال کی جدوجہد کے بعد وہ اس قول کو عمل کی شکل میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔۱۹۷۹ء میں انقلاب اسلامی کی کامیابی اور اسلامی حکومت کا قیام درحقیقت حضرت امامؒ کے اُنہی قرآنی نظریات اور افکار کا عملی وجود تھا کہ جس کا اظہار وہ اپنی ہر گفتگو اور تحریر میں کرتے رہے تھے۔

حضرت امامؒ نے قرآنی تعلیمات کا اسلامی معاشرے میں عملی تجربہ کرنے کا جو ارادہ کیا تھا وہ اسلامی جمہوری ایران کی شکل میں ظاہر ہوا اور آج گزشتہ پینتیس سال سے اسلامی جمہوری ایران میں قرآن کی سیاسی واجتماعی تعلیمات اور قوانین کو اجراء کرنے کا تجربہ کیا جارہا ہے اور یہی امام اُمتؒ کی سب سے بڑی آرزو تھی، یہ آرزو نہ فقط امام خمینیؒ کی تھی بلکہ بانی اسلام حضرت پیغمبر اکرم ﷺ اور اُن کے برحق جانشینوں کی بھی یہی آرزو تھی کہ قرآن کی تعلیمات اسلامی معاشروں میں عملی شکل اختیار کرلیں جس کی خاطر تمام آئمہ معصومینؑ نے قربانیاں دیں اور جس کی خاطر کربلا جیسا دردناک واقعہ رونما ہوا اور جس کی خاطر صدر اسلام سے لے کر آج تک لاکھوں فرزندان قرآن نے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔

عصر حاضر میں قرآن کو مہجوریت اور تنہائی سے نکالنے والی تمام دینی شخصیات میں امام خمینیؒ وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت اور ناقابل بیان شجاعت اور ایمان کے ذریعے قرآنی قوانین کو عملی شکل دینے اور اس راستے کی ہر مشکل کو ختم کرنے کا عملی تجربہ کیا ہے جو آج کے تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔امام خمینیؒ نے ثابت کردیا ہے کہ قرآنی تعلیمات ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہیں بشرطیکہ ان پر مکمل ایمان ویقین کے ساتھ عمل کیا جائے اس لیے کہ یہ الٰہی تعلیمات ہیں جو انسانوں کے خالق نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہیں۔

آخر میں اس بات کی یاددہانی بھی ضروری ہے کہ نہ تو حضرت امام خمینیؒ نے کبھی یہ دعویٰ کیا اور نہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی جمہوری ایران میں تمام قرآنی قوانین عملی شکل اختیار کرچکے ہیں؛البتہ اس کے لئے مخلصانہ کوشش ضروری کی جارہی ہے۔چونکہ قرآن کو مکمل طور پر نافذ کرنے کے لئے جہاں قرآن کو قبول کرنے والوں میں ضروری ظرفیت اور صلاحیت ضروری ہے وہاں قرآنی قوانین کے اجراء کرنے والے مجری کے لئے بھی قرآن کی طرح معصوم ہونا ضروری ہے۔اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کی

مکمل تعلیمات کا ایک معصوم الٰہی نمائندہ ہی اجراء کر سکے گا اور قرآن کو مکمل طور پر مہجوریت سے امام معصومؑ ہی نکال سکے گا ؛البتہ اس کے لئے راہ ہموار کرنا اور انسانوں کو آمادہ کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے، یہ وہی فریضہ ہے جس پر امام خمینیؒ نے عمل کرکے دکھایا ہے اور آج کے تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ مترجم مفتی جعفر حسین، نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۵

2۔ خرمشاہی، تفسیر و تفاسیر جدید، 20 - 22، تہران، کیہان، چاپ اول، 1364

3۔ صحیفہ امام، ج۲۱، ص ۳۹۳، ۳۹۶

4۔ ایضاً، ص ۳۹۵

5۔ صحیفہ امام، ج۲۱، ص۳۹۶

6۔ امام خمینی، کشف اسرار ص ۲۲۰

7۔ صحیفہ امام، ج۱، ص ۳۷۷، ۳۷۶

8۔ ایضاً، ج ۲، ص ۴۳۸

9۔ ایضاً، ج ۱۲، ص ۳۲۰

10۔ ایضاً، ج ۹، ص ۱۷۷

11۔ ایضاً، ج ۱۵، ص ۲۹۰

12۔ ایضاً، ج ۱۳، ص ۲۷۵

13۔ ایضاً، ج ۱۵، ص ۱۱، ۱۰

14۔ سورۂ فرقان، آیت ۳۰

15۔ صحیفہ امام، ۱۶، ص ۳۴، ۳۳

16۔ آل عمران، آیت ۱۰۳۔

17۔ انفال/۴۷۔

18۔ ایضاً، ج ۱۶، ص ۳۹، ۳۸

19۔ ایضاً، ج ۱۸، ص ۵۵

20۔ صحیفہ امام، ج ۲۱، ص ۷۸، ۷۷